OPEN ACCESS: Al Khadim Research Journal of Islamic Culture and Civilization
ISSN (ONLINE): 2710-0235 & ISSN (PRINT): 2710-0227
http://www.arjish.com

Western Civilization and Culture in the Perspective of Iqbal's Thought
مغربی تہذیب و تمدن کے افکار و نظریات فکر اقبال کی روشنی میں

Muhammad Tahir Iqbal
Assistant Registrar, Jinnah University for Women
Enroll In MPhil Islamic Studies,
Faculty of Social Science and Humanities
Hamdard University Karachi.
Email: Tahiriqbal8@gmail.com

Prof. Dr Bushra
Professor, Department of Islamic learning
Jinnah University for Women, Karachi.
Email: bushratasharruf@gmail.com

Ms Tahira Akbar
Lecturer, Department of Islamic learning,
Jinnah University for Women, Karachi.
Email: tahirabizenjo@gmail.com

Received on: 20-10-2025 Accepted on: 11-11-2025

Abstract
The Holy Prophet (peace be upon him) founded the kingdom of Medina and trained his companions as one body and one country because Allah had predetermined the development and prosperity of the Muslim Ummah through the Quran. Islam's banner expanded from east to west as a result of this unity, but over time, regional and ideological divisions arose, shattering the Ummah's unity. Looking at the Muslim countries of today, we can estimate that the stronghold of untruth can be destroyed and the decline of Muslims can be partially stopped if they come together on a single platform and cooperate for the spread and advancement of Islam.

The core causes of the Ummah's division must now be addressed. Additionally, Allama Muhammad Iqbal stated in the subcontinent, Individuals control a nation's future, and each person is a star in that destiny.

In order to change the fall of Muslim nations into progress and unity, questions and hypotheses should be created and offered to experts and experienced individuals.

Keywords: *Unity, Companions, Prosperity, Islam, Muslim, Iqbal's thought*

مغربی تہذیب و تمدن فکر اقبال کی روشنی میں:

کسی بھی ملک و ملت کی بنیاد افکار و نظریات کا علم اس میں پائی جانے والی تہذیبوں سے ہوتا ہے اور تہذیبوں کا اندازہ اس میں موجود رسم و رواج، لوگوں کے آپسی رویےاور ذہنیت سے ہوتا ہےاروتہذیب و تمدن ہی وہ شے ہے جو قوموں میں امتیاز پیدا کرتی ہے۔جس قوم کی تہذیب جتنی شائستہ ہوگی وہ قوم اتنی ہی شائستہ ہوگی ۔ یونہی دنیا میں کئی تہذیبیں آئی اورگئی اور تقریبا ہر قوم اپنی تہذیب کے آثار چھوڑ گئی ۔ اب تک اور سابقہ اقوام میں جتنی تہذیبیں گزری ہیں ان میں سب سے بہترین اور مکمل تہذیب مسلمانوں کی تہذیب ہے۔اسلام اور نبی رحمت ﷺ نے مسلمانوں کو جس تہذیب سے نوازا وہ بھائی چارگی، حسن اخلاق ، انسانیت، ہمدردی، اور دیگر اسی طرح کے حسین پہلوؤں کا امتزاج تھی۔جس طرح اسلام ایک کامل دین اور نبی پاک ﷺ کی ذات ایک کامل ذات ہے اسی طرح اسکی بنائی ہوئی تہذیب بھی کامل اور اکمل تھی ، مگر انتہائی افسوس کہ مسلمانوں نے اپنی اس تہذیب کو پس پشت ڈال دیا اور اسلام نے جو ہمیں اصل ماخذ اخروی دنیا کے حوالے سے دیا تھا اسے بھول گئے اورمادی دنیا کے حصول میں اس قدر مگن ہو گئے کہ ہمیں معلوم ہی نا ہو سکا کہ کیا غلط ہے اور کیا درست ہے۔حتیٰ کہ ہم یہ بھی بھول گئے کہ ہم کن سے مانوس ہو رہے ہیں اور کن کے طریقوں کو اپنا رہے ہیں ، اپنی تہذیب کو ہم یوں بھولے کہ دوسروں کی تہذیب کا حسن دیکھنے لگے اور اپنی تہذیب جو اکمل تھی اس میں عیب تلاشنے لگے۔ظاہر سی بات ہے جب مسلمانوں نے خو د ہی غفلت کا لبادہ اوڑھ لیا تودشمنان اسلام نے بھی بھر پور وار کیا۔ جب تک مسلمان متحد تھے نہ ہم نے تہذیبوں اور ثقافتوں میں مار کھائی اور نا ہی مسالک کی بحث میں پڑے الغرض مسلمان اس قدر کمزوری کا شکارہوئے کہ آج اگر ہم اپنے مسلمان معاشرے پر نظر دوڑائیں تو جہاں کلمہ ایک، مقصد عبادت اور ذات ایک ، مسلمانوں کی زندگی یا مقصد ایک تھا آج وہی مسلم معاشرہ اپنی تہذیب و ثقافت کو بھول کر بلکہ حقیر اور ناقص سمجھ کر دیگر مسلمان دشمن تہذیبوں اور ثقافتوں کو اچھا سمجھتے ہوئے اپنی زندگی انہیں کے مطابق گزار رہے ہیں ، جہاں مسلمانوں نے ذراسی کمزوری دکھائی وہیں دشمنوں نے بھر پور وار کیا اوراب یہ حالت ہے کہ انتہائی مشکل ہے اس ملک سے مغربی اور دیگر اقوام کی تہذیب ختم کرنا جس ملک کی بنیاد ہی اسلیے رکھی گئی تھی کہ وہاں مسلمان اپنی عبادات اور اسلامی تہذیب و تمد ن کا بول بالا کرے گا اور یوں نسل اسلامی کو پروان دے گا کہ وہ اسلام کے داعی اور اسکے سچےپیروکار ہونگے ۔ آج اسی ملک میں اسلامی تہذیب کہیں دفن ہوتی جا رہی ہے ، دینی گھرانوں سے لے کر ملحد اور بے دین گھرانوں میں مشرقی تہذیب یا اسلامی تہذیب کی جڑ کاٹ کر رکھ دی گئی اور مغربی یا سیکولر تہذیب دن بدن پروان چڑھ رہی ہےاورمسلمانوں کی کم علمی کا عالم تو یہ ہے کہ وہ جانتے تک نہیں کہ مغربی تہذیب کی بنیادی اصطلا حات یا جن چیزوں کی بنیاد پر مغربی تہذیب پھیلی ہوئی ہے آجکل کم فہم مسلمان جو کہ مغربی تہذیب کا ترانہ آلاپ رہے ہیں ان کو ان کا اصل معنی مفہوم تک معلوم نہیں ہوتا اور جو بظاہر مغربی تہذیب بنا کر پیش کی گئی ہے اگر اسکی اصل معلوم ہو جائے تو اندازہ ہو گا کہ وہ دراصل ایک بہترین معاشرے کی تشکیل نہیں بلکہ اسلام کی جڑیں کاٹنے اورکسی بھی طرح اسلام میں نقص پیدا کرنے والی تحریک ہے۔اور اصولا بھی کوئی قوم اس وقت تک آباد یا کامیاب نہیں ہوتی جب تک وہ اپنے اصل اورتہذیبوں کی حفاظت نہیں کرتی ، کسی دوسری تہذیب کے گن گانا اس قوم و ملک کے لیے باعث ندامت ہے۔لہذا بہت ضروری ہے کہ مغربی تہذیب کو سمجھا جائے اور پھر اسلامی تہذیب کے ذریعے اس تہذیب کا مقابلہ کیا جائے تاکہ مسلمانوں کو معلوم ہو کہ وہ کتنی عمدہ اور اصل چیز کو چھوڑ کر اپنی ترقی اورعروج سے دورہو رہے ہیں۔

پیام اقبالؒ:

تمہاری تہذب اپنے خنجر سے آپ ہی خود کشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائیدار ہو گا

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حا ضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوہ دانشِ فرہنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف[1]

اگر اس شعر کو بنظر غائر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اقبال مغربی تہذیب کے زوال پر نگاہ رکھتے تھے اور اندرون مغرب سے حصول تعلیم کے باوجود بھی اقبال مغرب کے دلدادہ نہیں تھے اور اس شعر کے ذریعے وہ مسلم امہ کو بھی مغرب کی فنکاری سے متنبہ کر رہے ہیں اور مسلمانوں کی غیرت ایمانی کو جگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لہذا ہم درج ذیل سطور میں دیکھیں گے کہ کسی بھی ملک و قوم میں تہذیب کی کیا حیثیت ہے اور دیگر تہذیبوں کے مسلمانوں پر کیا اثرات پڑتے ہیں۔

ثقافت و تہذیب کے لغوی معنی:

تہذیب کے معنیٰ ہیں:

Civilization, politeness, refinement

تہذیب جس شخص میں ہو اسے مہذب کہا جاتا ہے اور مہذب کے معنیٰ منجد میں یہ پائے جاتے ہیں:

" پاکیزہ اخلاق والا، عیبوں سے پاک و صاف"

"Civilized, educated, polite"

آرنلڈ نے کلچر کی تعریف ان لفظونمیں کی ہے:

"Culture, the acquainting ourselves with the best that has been known and said in the world, and thus with the history of the human spirit."[2]

اب اگرتہذیب کے حقیقی معنی پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تہذیب یافتہ معاشرہ انتہائی پاکیزگی کا حامل ، عزت و احترام سے آراستہ اور بیکار و لغو کاموں سے دور ہوتا ہے۔ یونہی یہ اپنی نسل و عوام کو اپنی تعلیم و تربیت سے آراستہ کرتی ہے اور ان کو برائی، بے حیائی کے امور سے روک کر اصلاح اور اچھے اعمال کی طرف راغب کر کے کسی بھی معاشرے کے لیے بہترین افراد بنا تی ہے۔

"تہذیب" کے معانی اہل لغت کی نظر میں:

القاموس الوحید:

قاموس الوحید میں لفظ هذب النخلة کے جو معنی بیان ہوئے ہیں وہ ہیں، " درخت کی شاخوں کو ٹھیک کرنا اور لفظ مہذب کے معنی پاکیزہ اخلاق کے بیان ہوئے ہیں۔[3]

المنجد:

هذب(ض)هذبا الشجر وغیرہ درخت وغیرہ کی شاخ تراشی کرنا۔[4]

لغات سعدی:

تہذیب بمعنیٰ آراستہ کرنا، پاکیزہ کرنا، اصلاح کرنا، بیکار حصہ کو نکال دینا، تعلیم و تربیت کرنا، شائستگی۔[5]

نور اللغات:

تہذیب: پاک کرنا، اصلاح کرنا، آراستگی، پاکیزگی، تہذیب یافتہ، تربیت یافتہ۔ [6]

المنجد فی الاعلام:

هذب ، هذباً ،الشجر وغیرہ۔

قطعة و نقاہ اصلحه : تهذيب مطاوع هذب الرجل كان هذبا الهذب ، المطهر الاخلاق۔ [7]

"تمدن " کے معانی اہل لغت کی نظر میں:

مصباح اللغات:

مدن مدونا بالمکان : اقامت کرنا۔مدن المدائن: شہر آباد کرنا، تمدن شائستہ و مہذب ہونا۔[8]

المنجد:

مدن(ن) مدونا بالمکان : اقامت کرنا، المدینہ : شہر، تمدن: شائستہ و ،مہذب ہونا۔[9]

القاموس الوحید:

مدن فلان مدونا: شہر میں ہونا ، کسی جگہ قیام کرنا، تمدن شہری بننا، مہذب و شائستہ بننا۔[10]

معجم لغوی عصری:

مدن، یمدن، مدونا بالمکان۔ اقام بہ۔ [11]

نور اللغات:

تمدن: شہر میں بودو باش اختیار کرنا، شہر کا انتظام کرنا، طرز معاشرت۔[12]

تہذیب و تمدن کا مفہوم:

اوپر تہذیب کے مختلف لغات سے جو معانی بیان کیے گئے ہیں جن سے لفظ تہذیب کا جو مفہوم سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ تہذیب کے معنیٰ ہیں کانٹ چھانٹ کرنا، کسی چیز کو سنوارنا۔ اسکو ایسے سمجھا جا سکتا ہے کہ جس طرح ایک مالی باغ کی رکھوالی کرتا ہے ، پودوں کی دیکھ بھال اور ان کو پانی ڈالتا ہے ، پودوں کے خراب پتوں کو الگ کر دیتا ہے اور اسی طرح جو شاخیں ادھر ادھر پھیل جاتی ہیں انہیں کاٹتا ہے، پودوں کی اس طرح دیکھ بھال اور صفائی سے ان کی نشونما بہت اچھی ہوتی ہے ، اسی کو تہذیب کہا جاتا ہے۔

یونہی تمدن لفظ کا مادہ "مدن" ہے۔ اس سے مدنیت ، مدینہ اور تمدن وغیرہ کئی الفاظ نکلتے ہیں۔ لفظ تمدن کا اصل معنیٰ "رہن سہن " ہے لیکن وسیع تر معنوں میں یہ لفظ کسی قوم کے علوم و فنون ، آرٹ، ادب ، لٹریچر ، باہمی معاشرت، عمارات اور فن تعمیر یہاں تک کہ اس قوم کی سیاست اور تاریخ پر بھی بولا جاتا ہے۔ چناچہ تمدن کسی علاقے یا قوم کی طرز معاشرت کا نام ہے۔اس میں وہ تمام امور شامل ہیں جو ہماری معاشرت اور مادی زندگی کےمتعلق ہوں۔ [13]جس معاشرے یا ملک میں تمدن نہ ہو وہ معاشرہ بہت جلد بدحالی کا اور بے ترتیبی کا شکار ہو جاتا ہے ۔ تمدن کسی بھی معاشرے کو عروج بخشنے کے لیے اہم کردار ادا کرتی ہے۔

تہذیب و تمدن کا فرق:

عام طور پر تہذیب و تمدن کو ایک ہی چیز سمجھا جاتا ہے اور دونوں میں فرق نہیں کیا جاتا حالانکہ دونوں میں واضح فرق پایا جاتا ہے۔ہمارا ہر عمل اور فعل کسی نظریے اور عقیدے کا نتیجہ ہوتا ہےپہلے ہم کسی کام کے بارے میں سوچیں گے اور پھر اس پر عمل کرتے ہیں ، مثلاً انجینئر اولاً کسی عمارت کا خاکہ اور نقشہ تیار کرتا ہےاور اسی خاکے کے مطابق عمارت تعمیر کی جاتی ہے ۔ اسی طرح تہذیب بھی خیالات ، تصورات اور افکار و عقائد کا نام ہے اور ان تصورات و افکار کے تحت جو افعال و اعمال سرزد ہوں انہیں تمدن کہا جاتا ہے۔

تہذیب و تمدن کا آپس میں تعلق:

تہذیب تعلیم و تربیت عقائد و افکار کا نام ہے اور اسکے نتیجے میں جو عمل وجود میں آتا ہے اسے تمدن کہتے ہیں۔

تہذیب سے متعلق مختلف مفکرین کے نظریات:

1۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کا نظریہ:

حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنی مشہور کتاب "حجۃ البالغہ" میں فرماتے ہیں:

" کھانے ، پینے، بقائے نسل ، سردی ، گرمی سے بچاؤاور دھوپ اور بارش سے بچنے کی فطری ضروریات میں انسان اور دوسری جاندار چیزوں کی مانند ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے تین زائد چیزیں بھی بخشی ہیں، یعنیٰ رفاہ عام کا تخیل، حب جمال
اور مادہ ایجاد و تقلید۔"

2۔ علامہ ابن خلدون کا نظریہ:

علامه ابن خلدون کا کہنا ہے کہ :

" انسان فطرتاً شہریت پسند اور متمدن ہے ۔ انسانی اجتماع ایک ناگریز شے ہے، یہ اجتماع انسانی مدنیت یا تمدن کہلاتا ہے۔

اور ہم اسکو " عمران "(آبادی، تعمیر)سے تعبیر کرتے ہیں ۔ اسکے ساتھ ساتھ ایسے مذہبی و اخلاقی قواعد و ضوابط اور حکومت کے قوانین کی ضرورت ہے جو اسے راہ راست پر رکھ سکیں اور فتنہ و فساد سے محفوظ رکھیں۔ "

تہذیبوں کا قیام:

جہاں تک تہذیبوں کے قیام کا تعلق ہے تو تہذیبوں کے قیام کی تاریخ بہت پرانی ہے ، تہذیبوں کا آغاز چارہزار سال قبل مسیح سے ہوا تھا۔ جیسا کہ مصر وغیرہ کی شہری آبادی کو جب فروغ ملا تو سب سے پہلی تہذیب وقوع پذیر ہوئی۔باقی تہذیبیں اس طرح وجود میں آئیں کہ جب لوگ قبیلوں اور بستیوں میں تقسیم ہو چکے تو مختلف معاشرے وجود میں آنے لگے ۔ ایک معاشرہ مختلف انسانی برادریوں کے لیے ایک میدان مہیا کرتا ہے جہاں مختلف پیشوں اور علاقوں سے تعلق رکھنےوالے لوگ مصروف عمل نظر آتے ہیں۔وہی معاشرہ جب بلند ہو کر ایک خاص سطح پر پہنچ جائے اور اس معاشرے کا میدان عمل دوسرے قبیلے یا معاشرے بھی اختیار کر لیں تو وہ تہذیب کہلا تا ہے۔اور وہی تہذیب عالمی سطح اختیار کر لیتی ہے۔کیونکہ یہ دنیا عروج و زوال کا میدان ہے کبھی ایک قوم کا تسلط ہوتا ہے تو دوسری مغلوب ہوتی ہے پھر زمانے کی گردش اسکی ترقی کو ماند کر دیتی ہے اور پھر ایک زمانہ آتا ہے کہ مغلوب قومیں سر اٹھانا شروع کر دیتی ہیں حتیٰ کہ غلبہ حاصل کر لیتی ہیں اور ہمیشہ سے یہ دستور چلا آرہا ہے کہ غالب قومیں مغلوبین کو اپنے قانون ،افکار، نظریات اور طرز زندگی سے متاثر کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ (14)

یونہی اگر مسلم اقوام آج غلبہ حاصل کرنا چاہتی ہیں تو وہ پہلے اپنے ممالک میں اپنی تہذیب و تمدن کو زندہ کریں، اپنی عوام کو اس بات کا پابند بنائیں پھر ان شاء اللہ جب غیروں کی نقالی نہیں ہوگی تو ترقی نصیب ہوگی۔

قبیلوں اور بستیوں کے قیام کی وجہ:

تہذیب و تمدن کا تعلق اور ان کی موجودگی قبیلوں اور بستیوں سے ہوتی ہے اور ان قبیلوں اور بستیوں کی وجہ سے ہی کوئی تہذیب قائم رہ سکتی ہے۔ ہر تہذیب اسکی قوم و ملک کے افراد کے اسکے جڑے رہنے کی وجہ سے زندہ رہتی ہے یونہی جب آبادیاں بڑھ گئیں تو لوگوں نے مختلف علاقوں کا رخ کیا مختلف جگہوں پر جا کر آباد ہو گئے ۔ حالات ، ماحول اور طبیعت کی وجہ سے بعض کا بعض سے مزاج مختلف ہوتا ہے ، جس بزرگ سے جو نسل چلی اس کی تمام اولاد اسی کی طرف اپنی نسبت کرنے لگی اسی طرح کوئ اپنے آپ کو ہندی، کوئی سندھی، کوئی ترکی، کوئ ایرانی، عربی کے لقب سے پکارنے لگا۔ یہی چیز ان کے باہمی تعارف کا سبب بنی۔ اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں سورۃ حجرات کی آیت نمبر 13 میں ارشاد فرمایا:

یا ایھا الناس انا خلقکم من ذکر و انثی و جعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا۔ (15)

ترجمہ: اے لوگو!ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تم کو مختلف قومیں اور خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔

اللہ عزوجل نے بھی قبیلوں اور خاندانوں میں تقسیم کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کی شناخت کر سکو۔ اسلیے نہیں کہ تم ایک دوسرے پر فخر کرو یا متکبرانہ القاب لگا کر اتراتے پھرو۔

تمام انسان اور قبیلے ایک درخت کی شاخوں کی مانند ہیں جن کی جڑ ایک ہے تنا بھی ایک ہے جس سے مختلف قسم کی شاخیں پھر شاخوں سے بھی آگے شاخیں نمودار ہوئی ہیں۔

کما فی الروح المعانی:

لان القبائل تشعب منھا کتشعب اغصان الشجرۃ و سمیت القبائل لانھا یقبل بعضھا علی بعض من حیث کونھا من اب و احد۔(16)

ترجمہ: بلاشبہ ان قبائل کی شاخیں درخت کی شاخوں کی طرح ہیں ان کا نام قبائل رکھا جاتا ہے۔ اسلیے
کہ ان میں سے بعض کو بعض اس حیثیت سے قبول کرتے ہیں کہ ان سب کا باپ ایک ہے۔

مختلف قبائل مختلف علاقوں میں آباد ہوتے گئے۔ موسم ، حالات اور مزاج کے مختلف ہونے کی وجہ سے ان کے انداز بودو باش اور رہن سہن ایک دوسرے سے قدرےمختلف ہو گئے۔اس طرح دنیا میں مختلف کلچر رونما ہوئے ہیں اور یہ اٹل حقیقت ہےکہ انسان کی ابتداء انسان سے ہی ہوئی ہے۔ جیسے اللہ عزوجل نے پیدا فرمایا تھا۔ انسان کسی بندر یا حشرات الارض سے ترقی کر کے اس طرح کا انسان نہیں بنا۔[17]

جس طرح مختلف ثقافتیں رونما ہوئیں اسی طرح ملک پاکستا ن کی بھی ایک ثقافت ہے جو آج مغربی ثقافت کے سایہ سے متاثر ہوکر ڈھل رہی ہے ۔ حکومت پاکستان اور پاکستانیوں کو بذاتہ خود اس ثقافت سے خود کو دور کرنا ہوگا تاکہ مسلم معاشرہ کی پاکیزہ تہذیب کی فضا بلند ہو ۔ اس سے آ گے ہم پڑھیں گے کہ کس طرح نبی پاک ﷺ نے بھی ہمیں فتنہ مغرب سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔

اسلامی تہذیب اور مغربی تہذیب:

"عن عصمة بن قيس رضی اللہ تعالیٰ عنه قال:انه كان يتعوذ من فتنة المشرق
قيل فيكف فتنة المغرب قال تلک اعظم۔"

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ فتنہ مشرق سے پناہ مانگا کرتے تھے آپ ﷺ سے پوچھاگیا کہ مغرب کا فتنہ کیسا ہوگا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ تو بہت ہی بڑا ہے بہتہی بڑا ہے۔[18]

اور چونکہ کسی نہ کسی طرح ہم بھی مشرق میں شامل ہوتے ہیں تو ہمیں بھی غور وفکر کرنا چاہیے کہ وہ فتنے کون سے ہیں اور کس طرح ہم ان سے بچ سکتے ہیں تاکہ اپنے ایمان کی حفاظت کر سکیں۔اور انہیں فتنوں میں سے ایک فتنہ مغربی فکر و فلسفہ ہے جسکا جاننا بہت ضروری ہے ، ذیل میں ہم مغربی فکر و فلسفہ کو جانیں گے۔

مغربی فکر و فلسفہ کی ابتداء:

مغربی فکر و فلسفہ کو اگر بنیاد کے اعتبار سے دیکھیں تو اسکی ابتداء ارسطو و افلاطون کے خیالات سے شروع ہو جاتی ہے مگر ان مفکرین کے زمانے میں لوگ روایتی انداز سوچتے تھے اور منطقی انداز کو ثانوی حیثیت دیتے تھے ۔ مذہبی خیالات کو بہت اہمیت دی جاتی تھی اسی وجہ سے افلاطون کے استاد سقراط کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا ۔ اس پر یہ الزام تھا کہ وہ نوجوان نسل کو مذہب سے دور کرتا ہے۔اگرچہ یہ فلاسفر حضرات خدا کے تصور کو خود بھی تسلیم کرتے تھے مگر اپنی زندگی کا نظم و نسق عقل سے چلانے کے قائل تھےیعنی اگر خدا ہے بھی تو وہ معبد اور مندر میں رہے زندگی کے باقی شعبوں میں اسکی مداخلت کی اجازت نہیں ہے۔

سقراط، افلاطون اور ارسطو تک فلسفہ کا عروج تھا لیکن ارسطو کی وفات کے بعد یونانی فلسفہ نے ترقی نہیں کی ۔ آج تک اسی فلسفہ کی تشریح ہو رہی ہے۔اسکے بعد عیسائیت کا دور شروع ہو گیا اور فلسفہ نے عیسائیت کو کافی متاثر کیا اور اسکے اساسی عقائد فلسفہ کی زد میں آگئے اور عیسائیت اس حد تک فلسفہ یونان پر موقف ہو گئی کہ یونانی فلسفہ کی شکست ہی عیسائیت کی شکست تسلیم ہوتی تھی۔ محمد حسن عسکری اپنی کتاب" مغرب کے ذہنی انحطاط کی تاریخ" میں لکھتے ہیں:

" یونانی فلسفہ اس دور میں بھی پڑھایا جاتا تھا البتہ یہ لوگ اپنے فلسفے کو اپنے دین کےتابع رکھنا چاہتے تھے ، بارہویں صدی
میں مغرب پر سب سے شدید اثر ابن رشد کا تھا۔ عیسوی دنیا کا سب سے بڑا دینی مفکر سینٹ ٹامس کو اٹناس سمجھا جاتا ہے ۔
اسکا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے کہ تیرھویں صدی میں اس نے ابن رشد کے فلسفے کو شکست دے کر عیسوی الہمیات کو
ارسطو کے فلسفے کی بنیاد پر قائم کیا۔"

بہرحال فلسفہ یونان مذہب کی شکل اختیار کر کے سفر کرتا رہا مگر اسکو ثانوی حیثیت حاصل نہ تھی۔ اس فلسفہ نے اسلام کو بھی متاثر کرنے کی کوشش کی لیکن اللہ عزوجل نے دین مبین کی حفاظت فرمائی جو افراد ان عقلی الجھنوں میں پڑکر دین سے دور ہونے لگے وہ فرقہ معتزلہ کی شکل میں سواد اعظم اہل سنت و الجماعت سے الگ ہو گئے اروکچھ عرصہ گزر جانے کے بعد اپنی ناپائیدار بنیادوں سمیت تاریخ کا حصہ بن کر رہ گئے۔ اور فلسفہ یونان کی کوئی چیز بھی اسلام کی اساسی تعلیمات و افکار کو متاثر نہ کرسکی۔[19] اس وقت تو چونکہ ایمان مسلمانوں کو مضبوط تھا وہ اغیار کے افکار سے مرعوب نہیں ہوئے مگر آج کے مسلمان اپنی اہمیت سے نا آشناس ہونے کی وجہ سے بہت ہی بری طرح سے مغڑب کے افکار سے متاثر ہوئے ہیں ، اور اس کی وجوہات کیا ہیں وہ ذیل میں بیان کی جارہی ہیں۔

مغرب سے مسلمانوں کے مرعوب ہونے کی وجوہات:

مسلمانوں کے زوال کے بعد سے ہی فرنگیوں کا دوردورہ شروع ہوا اور جب کوئی قوم مغلوب ہوتی ہے تو نہ صرف ہتھیاروں سے مغلوب ہوتی ہے بلکہ وہ دیگر سوچ و فکر اور نظریات کے ذریعے سے بھی مغلوب ہو تی ہے ۔ اسی طرح مسلمان جب فاتحین تھے تو وہ اسلامی تہذیب سے جڑے ہوئے تھے مگر جیسے ہی وہ مغلوب ہوئے دشمنان اسلام نے ان کے افکار و نظریات کو بھی یرغمال کر لیا اور مسلمان بھی مغربی تہذیب کا شکار ہونا شروع ہو گئے لہذا بہت ضروری ہے کہ سب سے پہلے اس بات کی وضاحت کی جائے کہ قوموں کی مغرب سے مرعوب ہونے کی وجوہات کیا ہیں؟

مغل بادشاہوں کی حکمرانی کے بعد پاک و ہند میں مسلمانوں کی جگہ انگریزوں نے لے لی اور تقریبا 200 سال تک بر صغیر پاک و ہند انگریزوں کے زیر اثر رہا۔1947ء کے بعد اگرچہ خود مختار ریاستیں قائم کر دی گئیں مگر آزادی کے باوجود سوچ و فکر پر مغربی اقوام سے مرعوبیت کا بھوت سوار رہا، اس مرعوبیت کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں:

- اپنی تاریخ سے ناواقفیت
- سائنس و ٹیکنا لوجی میں حیران کن ترقی
- انگریز کا تیار کردہ نظام تعلیم و ذہن سازی
- مغربی تہذیب و فکر و فلسفہ سے ناواقفیت

اگر درج بالا چیزوں کو دیکھا جائے تو ان سب میں سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم نےمغربی تہذیب کے فکر و فلسفہ کو سمجھا ہی نہیں اگر سنجیدگی سے اسکے اساسی افکار اور تصور حیات کی تفہیم کی جائے تو واضح طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ مغربی تہذیب جیسی دکھائی دیتی ہے ویسی نہیں ہے۔لہذا اس کو واضح طور پر سمجھنے کے لیے مغربی تہذیب کا گہرائی سے مطالعہ بے حد ضروری ہے تاکہ مسلمان دوبارہ سے اپنی اسلامی روایات ، اور معاشرت کی طرف گامزن ہو جائیں۔[20] اب اگر دیکھا جائے تو کسی سے بھی متاثر ہونے کی بنیادی وجہ اسکے عیوبات اور اس چیز کے نقصانات کی لاعلمی ہوتی ہے اور یہی حال مسلمانوں کے مرعوب ہونے کا بھی ہے کہ آج کے مسلمانوں نے اپنی علمی اور تہذیبی بنیادوں کو چھوڑکر اندھا دھند مغرب کی شروع کر دی بغیر اس کے نقصانات جانے۔ جس کا سامنا ہم آئے روز ملک میں مختلف ایام میں کرتے رہتے ہیں۔

تہذیبِ مغرب کا رد:

چونکہ مغربی تہذیب مسلمانوں کی تہذیب نہیں ہے بلکہ وہ غیر مسلموں کی تہذیب ہے تو جاننا ضروری ہے کہ غیر مسلموں کی کتنی اقسام ہیں اور قرآن و حدیث کے ذریعے اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے ہمیں اسکے بارے میں کیا حکم دیا ہے۔ کیونکہ جب افراد کی حیثیت کا تعین ہو جائیگا تبھی اس قوم کی تہذیب کا رد یا قبول کا حکم معلوم ہو گا ۔

لہذا قرآن کریم کی رو سے کافر دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جو اللہ کو سرے سے نہیں مانتے یا اسکی ذات میں شرک کرتے ہیں ۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں مکہ کے کافر تھے۔کافروں کی دوسری قسم وہ ہے جو کسی سابق

نبی یا رسول یا اس پر نازل کی ہوئی کتاب کو مانیں لیکن نبی کریم ﷺ اور آپ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن کریم کی تکذیب کریں۔ یہ کافر وہ ہیں جو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں یہود و نصاریٰ یا اہل کتاب کہلاتے تھے۔یہ بات قرآن و سنت کی نصوص سے بالکل واضح ہےلہذا ذیل میں مزید وضاحت کے لیے دلائل درج کیے جا رہے ہیں:

- قرآن وحدیث کا انکار کرنے والے کافر ہیں کہ خود قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

ویقول الذین کفروا لست مرسلا۔ قل کفیٰ باللہ شھیدا بینی و بینکم ، ومن عندہ علم الکتب۔[21]

ترجمہ:"اور جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے وہ کہتے ہیں، تم پیغمبر نہیں ہو، کہ دو کہ : میرے اور تمہارے درمیان گواہی کے لیےاللہ کافی ہے، نیز ہر وہ شخص جس کے پاس کتاب کا علم ہے ۔"

وقال الذین کفروا لا تسمعوا لھذا القرآن و الغوا فیہ لعلکم تغلبون۔[22]

ترجمہ: اور یہ کافر(ایک دوسرے سے) کہتے رہے اس قرآن کو نہ سنو اور اسکے بیچ میں غل مچا دیا کرو تاکہ تم ہی غالب رہو۔

- توحید و رسالت ، آخرت کو تسلیم کرنے والے لیکن رسول اکرم ﷺ اور قرآن کو نہ ماننے والے اہل کتاب بھی کافر ہیں۔

ان الذین یکفرون بایت اللہ و یقتلون النبین بغیر حق و یقتلون الذین یامرون بالقسط من الناس فبشرھم بعذاب الیم۔[23]

ترجمہ:" جو لوگ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے ہیں اور انصاف کی تلقین کرنے والے لوگوں کو بھی قتل کرتے ہیں ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔"

وقالت طائفۃ من اھل الکتاب آمنوا بالذی انزل علی الذین امنوا وجہ النھار و اکفروا اخرہ لعلھم یرجعون۔[24]

ترجمہ: اہل کتاب کے ایک گروہ نے دوسرے سے کہا کہ ، جو کلام مسلمانوں پر نازل کیا گیا ہے اس پر دن کے شروع میں تو ایمان لے آؤ اور ان کے آخری حصے میں اس سے انکار کر دینا ، شاید اس طرح مسلمان (بھی اپنے دین سے) پھر جائیں۔

- مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ کفار تک دین کی دعوت پہنچائیں اور انہیں سمجھائیں کہ عقل و فطرت کا یہی تقاضا ہے کہ خالق کائنات کو مانا جائے اور اسکی دی ہوئی ہدایت کی پیروی کی جائے۔ چناچہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی ﷺ کو قرآن پاک میں اس طرح تلقین کی:

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ و الموعظۃالحسنۃ و جادلھم بالتی ھی احسن۔[25]

ترجمہ: "اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو بیشک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اسکی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے راہ والوں کو۔"

کفر اور ایمان ایک دوسرے کی ضد ہیں ۔ ایک آدمی یا تو حق کو قبول کرنے والا ہو گا یا اسے رد کرنے والا ہوگا۔جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

قل یا ایھا الکفرون، لا اعبد ما تعبدون، ولا انتم عبدون ما اعبد، ولا انا عابد ما عبد تم۔
ولا انتم عبدون ما اعبد، لکم دینکم ولی دین۔[26]

ترجمہ: " تم فرماؤ اے کافرو! نہ میں پوجتا ہوں جو تم پوجتے ہو اور نہ تم پوجتے ہو جو میں پوجتا ہوں۔اور نہ میں پوجوں گا جو تم نے پوجا۔ اور نہ تم پوجو گے جو میں پوجتا ہوں۔ تمہیں تمہارا دین اور مجھے میرا دین۔"

انسانی فطرت اور عقل کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کو مانے اور اپنی زندگی کو اسکی ہدایت کے مطابق بسر کرےجیسا کہ اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

ونفس وما سوھا۔ فالھمھا فجورھا و تقوھا۔[27]

ترجمہ: "اور انسانی جا ن کی، اور جس نے اسے سنوارا۔پھر اسکے دل میں وہ بات بھی ڈال دی جو اسکے لیے برائی کی ہے اور وہ بھی جو اسکے لیے پرہیز گاری کی ہے۔"

- کافروں سے قتال کا حکم دو معنوں میں ہے : ایک تو یہ کہ وہ مسلمانوں پر ظلم و ستم کریناور ان پر حملہ آور ہوں تو مسلمانوں پر اپنا دفاع واجب ہے۔ اور دوسرا کافر حکمرانوں کی طاقت کو توڑنے کے لیے تاکہ عام عوام غیر جانبدارانہ ماحول میں حق کو قبول کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کر سکیں۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

وقتلوهم حتیلا تکون فتنة و یکون الدین للہ، فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظلمین۔[28]

ترجمہ: "اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور ایک اللہ کی پوجا ہو، پھر اگر وہ باز آئیں تو زیادتی نہیں ظالموں پر ۔"[29]

احادیث صحیحہ اور تاریخ اسلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہودو نصاریٰ اسلام کے کٹر دشمن تھے اور اب تک وہ اسلام کے دشمن ہیں۔ دولت عثمانیہ کا خاتمہ بھی اسی دشمنی کا نتیجہ تھا اور آج بھی مسلمان کسی چیز کا خسارہ اٹھاتا ہے تو پس پردہ یہود و نصاریٰ کی یہی دشمنی اور حسد ہوتا ہے تو اپنے دشمن کی تقلید کرنا یا اسکی تہذیب کو اپنانا کہاں کی عقلمندی ہے؟

تہذیبوں کے بنیادی عناصر:

ہر تہذیب کئی عناصر وجوہات اور ماحولیات کی تبدیلی کی وجہ سے سامنے آتی ہے اور پھر وہ مضبوط ہوتی ہے تو یو نہی تہذیب کے بھی بنیادی عنا صر ہیں جیسے جب کوئی عمارت قائم کی جاتی ہے تو اس میں دو قسم کی چیزوں کو خیال رکھا جاتا ہے:

1۔ اس عمارت کا بنیادی ڈھانچہ جس پر وہ عمارت قائم ہوتی ہے مثلاً اس عمارت کے ستون دیواریں ، چھت وغیرہ۔

2۔ رنگ و روغن ، جو اس عمارت کی زینت کے لیے استعمال ہوا ہے۔

ان دونوں قسم کی چیزوں کی حیثیت مختلف ہوتی ہے۔ ایک تو بطور اصل استعمال ہوتی ہے اور دوسری بطور زینت استعمال ہوتی ہے۔

یہی حال تہذیبوں کا ہے کچھ تو اس میں اصول و مبادی ہوتے ہیں اور کچھ چیزیں بطور زینت استعمال ہوتی ہیں جو کہ مختلف تہذیبیں دوسروں سے متاثر ہو کر اخذ کرتی ہیں اسی طرح مختلف تہذیبوں نے دوسری تہذیبوں سے طریقہ زندگی کچھ نہ کچھ اخذ کیے ہوتے ہیں۔ لیکن اصول و مبادی یکسر مختلف ہوتے ہیں اور اکثر اوقات مشابہت رنگ ، نقش و نگار اور زیب و زینت میں ہوتی ہے۔

ہر تہذیب کے تشکیل پانے میں کچھ بنیادی عناصر وقوع پذیر ہوتے ہیں جوکہ یہ ہیں:

1۔ دنیاوی زندگی کا تصور۔

2۔ مقصد حیات۔

3۔ بنیادی عقائد و افکار۔

4۔ معاشرے کے افراد کی تربیت۔

5۔ معاشرے کا اجتماعی نظام۔[30]

تمام تہذیبوں میں سب سے خوبصورت اور پائیدار عناصر جس تہذیب کے عناصر ہیں وہ ہیں تہذیب اسلامی۔ اگر اس تہذیب کی بنیاد کو مضبوطی سے پکڑ کر ہر فرد اپنی تربیت کرنا شروع کر دے تو یقینا معاشرہ بہترین نظم و نسق کی مثال ہوگا، ہر فرد کے پاس مقصد حیات ہوگا اور وہ اسی میں مشغول ہوگا تو دیگر برائیوں کی طرف توجہ ہی نہیں جائے گی۔ یونہی اجتماعی نظام میں احترام کی پابندی ہو گی تو نظام درہم برہم نہیں ہوگا اور معاشرہ پر امن رہے گا، دنیاوی ز ندگی کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں عارضی سمجھے گا تو آخرت کی تیاری میں مگن ہوگا اور دنیا سے بے رغبت ہوگا ، یونہی وہ دنیا میں رہ کر اسکی ترقی کا ہمدم بن کر اپنے اصل پر نظر رکھے گا اور ہر فرد دوسرے فرد کے شر سے محفوظ رہے گا۔

اسلامی تہذیب کے عناصر:

جس طرح پہلے پیش کیا گیا کہ ہر شے کی کچھ بنیادیں ہوتی ہیں تو اسلامی تہذیب کی بھی کچھ بنیادیں ہیں جنہیں عناصر کہا جاتا ہے اور عناصر کسی چیز کے اجزائے ترکیبی کا نام ہے ۔ عناصر جمع ہے عنصر کی جسکے معنیٰ بنیاد، بیج اور جڑ کے ہیں۔ اسلام میں جو کام بطور فرائض ادا کیے جا تے ہیں اور باقاعدہ ایک نظم کے تحت آ سکتے ہیں وہ سب اسلامی تہذیب کے عناصر ہیں۔ جن سے مراد وہ بنیادیں ہیں جن پر اسلام کا عظیم الشان قصر تعمیر کیا گیا ہے، اور جنہیں اصطلاحی طور پر ارکان اسلام کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے تفصیلاً درج ذیل ہیں۔

ارکان اسلام کی اہمیت:

ارکان اسلام سے مراد وہ بنیادی احکامات ہیں جو فرائض کا درجہ رکھتے ہیں ، اور ان کی حیثیت عمارت کے ستونوں کی طرح ہے اگر ان میں سے ایک ستون کو بھی نظر انداز کر دیا جا ئے تو دین کی عمارت قائم نہیں رہ سکتی۔ نبی اکرم ﷺ نے حدیث مبارکہ میں فرمایا:

بنی الاسلام علیٰ خمس شہادۃ ان لاالہ الا اللہ و ان محمدا الرسول اللہ ، واقام الصلوۃ و ایتاء الزکوۃ و الحج و صوم رمضان ۔[31]

ترجمہ:"اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا اورماہ رمضان کے روزے رکھنا۔"

درج بالا پانچ چیزوں کے اسلام کے ستون ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کسی عمارت کے ستون کو بنا لینے سے پہلے آپ مزید کوئی تعمیر نہیں کرتےاسی طرح اعمال کو انجام دیے بغیر دین کی دوسری تعلیمات پر عمل نہیں کیا جاسکتا اور اگر کوئی عمل کیا جا ئے گا تو وہ صرف نام ہوگا حقیقت میں عمل نہ ہوگا۔اگر یہ عمل ٹھیک طور پر انجام پائیں گےتو باقی اعمال کا انجام پانا قطعی ممکن ہے بلکہ لازمی ہے ۔چنانچہ اسی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے ایک اور جگہ صرف انہیں چیزوں کو اسلام قرار دیا ہے:

الاسلام ان تشهد ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله و تقيم الصلوة و توتی الزکوۃ و تصوم رمضان و الحج البیت ان استطعت الیه سبیلا۔

ترجمہ: " اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو اللہ کے سو اکوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو، ماہ رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ شریف کا حج کرو اگر تم استطاعت رکھتے ہو۔"

- **کلمہ طیبہ:**

اسلام کا پہلا رکن کلمہ طیبہ ہے جو کہ یہ ہے:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

ترجمہ: " اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔"

کلمے کے پہلے حصے کا مطلب یہ ہے کہ تمام کائنات میں اللہ کے سوا کوئی ہستی نہیں جو عبادت کے لائق ہو، اسکے سوال کوئی اس بات کا مستحق نہیں کہ اسکی بندگی اور اطاعت کی جا ئے یا اسکے آ گے سر جھکایا جا ئے صرف وہی ایک ذات ہے جو تمام جہاں کی مالک اور حاکم ہے تمام چیزیں اسی کی محتاج ہیں سب اسی سے مدد مانگنے پر مجبور ہیں ، وہی خالق و مالک ، رازق و مشکل کشا اور حقیقی کارساز ہے۔اور اسی ہستی کو سمجھنے کے لیے عقل قاصر ہے۔

دوسرے حصے کا مطلب یہ ہے حضرت محمد ﷺ خدا کے رسول ہیں ۔ رسالت کی تصدیق کے ساتھ خودبخود ہم پر یہ لازم ہو جاتا ہے کہ اللہ عزوجل کی ذات و صفات اور فرشتوں اور آسمانی کتابیں ، آخرت اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں جو حضور علیہ الصلوۃ السلام نے ہمیں بیان فرمایا اس پرصدق دل سے ایمان لایا جا ئے اور ساتھ ہی خدا کی عبادت اور فرمانبرداری کا جو طریقہ حضور ﷺ نے ہمیں بتایا اسکی پیروی کی جا ئے ۔ خدا کے رسول کی حیثیت سے جو دین اور شریعت حضور ﷺ لائے ان پر عمل کیا جا ئے۔

- **نماز:**

اسلام کا دوسرا رکن نماز ہے ۔ نماز دن میں پانچ وقت زبان اور عمل سے انہیں چیزوں کا اعادہ ہے جن پر ہم ایمان لائے ہیں ۔ پانچ نمازیں فرض ہیں، فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء ۔ نماز وہ چیز ہے جو دن میں پانچ بار ہمارے اسلام کو مضبوط کرتی رہتی ہے یہ بار بار ہمیں اسلام کی بڑی عبادت اور خدمت کے لیے تیار کرتی ہےہے ۔ یہ ان تمام عقیدوں کو تازہ کرتی رہتی ہے جن پر ہمارے نفس کی پاکیزگی، روح کی ترقی، اخلاق کی درستگی اور عمل کی اصلاح موقوف ہے۔نما ز سے بہتر کوئی اور ٹریننگ نہیں ہو سکتی جو ایک مسلمان کو پورا اور سچا مسلمان بنانے والی ہے، یہ خدا کے قرب کا ذریعہ بھی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

" بے شک نماز بے حیائ اور برے کاموں سے روکتی ہے۔"

احادیث میں نماز کی بڑی فضیلت اور اہمیت بیان ہوئی ہے ایک حدیث مبارکہ میں ہے:

" نماز مومن کی معراج ہے۔"

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

"نماز دین کا ستون ہے۔"نیز " کافر اور ،مومن کے درمیان فرق کرنےوالی چیز نما ز ہے ۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں حضور علیہ الصلوۃ السلام نےارشاد فرمایا :

" نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔"

الغرض نماز روحانی، اخلاقی، اصلاحی اور جسمانی پاکیزگی اور دینی تعلیم و تربیت کا بہترین ذریعہ ہے۔[32]

- **زکوۃ:**

زکوۃ دین اسلام کا تیسرا رکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ہر مالدار مسلمان پر فرض کیا ہے ۔ امیروں کی دولت میں غریبوں کے لیے ڈھائی فیصد حصہ مقرر کر دیا گیا ہے۔نماز اللہ کا حق ہے اور زکوۃ بندوں کا حق ہے۔قرآن مجید میں حکم ہوتا ہے:

" امراء کے مال و دولت میں محتاجوں اور مسکینوں کے لیے حصہ رکھ دیا گیا ہے۔"

یہ حق انہیں لازمی ادا کرنا ہوگا ورنہ روز قیامت یہی مال ان کے لیے عذاب کا باعث ہو گا۔ یہ رکن مسلمانوں میں خدا کی خاطر قربانی اور ایثار کے جذبے کو پیدا کرتا ہے۔اور خود غرضی ، تنگ دلی اور زر پرستی کی بری صفات کو دور کرتا ہے۔زکوۃ مسلمانوں کو اس قربانی کی مشق کراتی ہے اور اس قابل بناتی ہے کہ خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ضرورت ہو تو وہ اپنی دولت کو دل کھول کر خرچ کرے ۔ زکوۃ کا دنیاوی فائدہ یہ ہے کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کی مدد کریں کوئی مسلمان بھوکا اور زلیل و خوار نا ہو۔جو امیر ہیں وہ غریبوں کی مدد کریں اور جو غریب ہیں وہ بھیک مانگتے نا پھریں۔کوئی شخص اپنی دولت کو صرف اپنے عیش و آرام اور شان و شوکت پر صرف نا خرچ کرے بلکہ یہ بھی یاد رکھے کہ اس میں اسکی قوم کے یتیموں، بیواؤں اور محتاجوں کا بھی حق ہے۔

- **حج:**

حج اسلام کو چوتھا رکن ہے۔یہ زندگی میں صرف ایک بار کرنا فرض ہے اور وہ بھی صرف ان کے لیے جو اس سفر کی استطاعت رکھتے ہوں ۔ حج اصل میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت ہےجسے دین اسلام میں ایک مستقل صورت دے دی گئی ہے۔ایک لحاظ سے دیکھیں تو حج سب سے بڑی عبادت ہے کہ انسان اللہ کی محبت میں سرشار ہو کر اپنا کاروبار چھوڑ دیتا ہے اپنے عزیزوں سے جدا ہو کر طویل سفر کی زمحمت برداشت کرتا ہے ۔ پھر جب انسان اس سفر پر نکلتا ہے تو اس کی کیفیت اور اسفار جیسی نہیں ہوتی بلکہ اس سفر میں زیادہ تر توجہ اس کی خدا کی طرف مبذول رہتی ہے اسکے دل میں شوق اور ولولہ اور بڑھتا چلا جاتا ہے ۔

جوں جوں سفر قریب ہوتا جاتا ہے محبت الہی کی آگ اور زیادہ بھڑکتی ہے اور گناہوں سے دل خودبخود نفرت کرتا ہے اور عبادت اور ذکر الہی میں مزا آنے لگتا ہے، جو بھی عبادت کرتا ہے اس میں لطف آنے لگتا ہے ۔ پھر وہ سرزمین حجاز کے چپے چپے پر خدا کی مقدس نشانیاں دیکھتا ہےاس طرح مسلمان کا دل خدا کے عشق اور اسلام کی محبت میں بھر جاتا ہے اور وہ وہاں سے ایسا گہرا اثر لے کر آتا ہے جو مرتے دم تک دل سے محو نہیں ہوتا۔حج کی وجہ سے مکہ کو دنیا کے مسلمانوں کا مرکز بنا دیا گیا ہے دنیا کے گوشے گوشے سے مسلمان وہاں

جمع ہوتے ہیں ان میں اخوت و محبت پیدا ہوتی ہے اس بنا پر حج ایک عبادت ہے تو اسکے ساتھ ہی وہ تمام دنیا کے مسلمانوں کی کانفرنس بھی ہےاور مسلمانوں کی عالمگیر برادری میں اتحاد پیدا کرنے کا سب سے بڑا زریعہ بھی ہے۔حدیث مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے:

"جس نے خلوص نیت سے حج کیا اور اس میں فسق و برائیوں سے بچا رہا تو وہ ایسا پاک و صاف ہو کر لوٹے گا جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا۔"[33]

- **روزہ:**

روزہ اسلام کا پانچواں رکن ہے۔ جس سبق کو نما ز روزانہ پانچ بار یاد دلاتی ہے اسے روزہ سال میں ایک مرتبہ پورے ایک مہینہ تک ہر وقت یاد دلاتا ہے۔ روزہ میں بے شمار حکمتیں ہیں۔ اسکی تہ میں خدا کا خوف ہے اسکے حاضر وناظر ہونے کا یقین ہے ۔ آخرت کی زندگی اور خدا کی عدالت پر ایمان ہے۔قرآن اور رسول ﷺ کی اطاعت ہے ، فرض کا زبردست احساس ہے، صبرا ور مصائب کا مقابلہ کرنے کی مشق ہے ۔ ہر سال رمضان آتا ہے تاکہ پورے تیس دن تک روزے ہماری تربیت کریں اور ہمارے اندر یہ اوصاف پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

روزہ ہمدردی اور ایثارکا درس دیتا ہے یہ امیروں میں غریبوں کی مدد کا جذبہ پیدا کرتا ہے یہ لوگوں میں یہ احساس کو پیدا کرتا ہے کہ بھوک اور پیاس کی شدت کیسی ہوتی ہے ۔ حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ : " اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہےکہ انسان کا ہر عمل کی جزا مقرر ہے مگر روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔"[34]

ےقوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے[35]

ے کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہا ں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں[36]

(علامہ اقبالؒ)

اسلامی تہذیب و تمدن کی خصوصیات قرآن کریم کی روشنی میں:

ولقد کرمنا بنی ادم و جملنھم فی البر و البحر ورزقنھم من الطیبات و فضلنھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا۔[37]

ترجمہ:" اور بے شک ہم نے اولاد آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی اور تری میں سوا ر کیا اور ان کو ستھری چیزیں روزی دیں اور
ان کو اپنی مخلوق سے افضل کیا۔"

یہ واحد وہ تہذیب ہے جو انسان، کائنات اور ہر شے کو اہمیت دیتے ہوئے اسکی حدود اور اسکے نفع نقصان سے آگاہ کرتے ہوئے اخلاق لحاظ سے کسی بھی معاملے میں غلو سے روکتی ہے ۔ اس تہذیب میں فرد اور اجتماع دونو ں کی اہمیت اور آداب ہے اور یہ وہ واحد تہذیب ہے جو انسان کے مرنے کے بعد بھی اسکی عزت کے خیال کا حکم دیتی ہے تو زندگی میں اسکا کیا مقام سکھا ئے گی۔

اسلامی تہذیب و تمدن کی انفرادیت:

اسلامی تہذیب و تمدن کی ایک منفرد حیثیت ہے یہ تہذیب دنیا کی دیگر اقوام کی تہذیب و تمدن سے ممتاز نظر آتی ہے۔ اسلام چونکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہےاور اس نے زندگی کے ہر معاملے میں ہماری رہنمائی کی ہے اسی لیے ہماری دنیاوی زندگی سے متعلق بھی اس نے ایک خاص قسم کا ایک تصور پیش کیا ہے۔

اسلام میں انسانوں کی زندگی بامقصد بتائی گئی ہے اور واضح طور پر انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا ایک نصب العین بیان کیا گیا ہے۔ فرد اور معاشرے کے باہمی تعلقات کی حدیں بیان کی گئی ہیں۔ اخلاق اور سیرت و کردار کی نہایت اعلیٰ اور کامل تعلیم پیش کی ہے۔یہ تمام چیزیں جب جمع ہو جائیں تو اسلامی تہذیب کہلاتی ہیں ۔

اسی طرح اسلامی تمدن سے مراد انفرادی اور اجتماعی زندگی کاوہ عملی نقشہ ہے جو اسلام کے بتائے ہوئے قواعد و ضوابط پر قائم ہےاسلامی تہذیب و تمدن کی جماعت میں جس انفرادی اور اجتماعی زندگی کو جنم دیتی ہے اسے اسلامی تمدن کا نام دیا جائے گا ۔ مثلاً گھریلو زندگی ، خاندانی زندگی، معاشرتی زندگی ، شہری زندگی ، قومی زندگی اور اس سے گزر کر بین الاقوامی زندگی کے لیے اسلام نے جو احکام دیے ہیں ان پر عمل پیرا ہونے کا نام " اسلامی تمدن " ہے۔[38]

فکر اقبال اور مغرب کی تمدنی یلغار:

علامہ اقبال نے جب سن شعور کو پہنچے تو ہندوستان میں مغرب کی حکمرانی تھی۔ برطانیہ اپنی مغربی تہذیب کے ساتھ بر صغیر پر قابض تھا۔اقبال کی تعلیم اول تا آخر انگریزوں کے قائم کردہ اداروں میں ہوئی۔ یوں تو اقبال کے ایک استاد پروفیسر آرنلڈ کا تعلق بھی انگریزوں کے قائم کردہ ایک ادارے سے تھا مگر آرنلڈ نے علامہ اقبال میں مزید علم حاصل کرنے کی جوت لگائی اور یہی لگن انہیں یورپ لے کر گئی۔یہ بات اگرچہ ماننے والی ہے کہ انہوں نے اپنی لاء اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں یورپ کے مغربی اداروں سے ہی حاصل کیں لیکن یہ بات بالکل واضح ہے کہ ان کے مقاصد حیات اور یورپ کے مقاصد تعلیم میں ایک واضح تضاد تھا۔

قیام یورپ کے دوران بھی ان پر مغربیت کا رنگ نا چڑھ سکا خود لکھتے ہیں:

ے خیرہ نہ کرسکا مجھے جلوہ دانش فرہنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف

اقبال ابھی یورپ میں ہی تھے کہ "مغرب " سے منحرف ہو گئے ۔ اقبال کی شخصیت داخلی طور پر تربیت یافتہ اور تہذیب یافتہ تھی۔ انہیں یورپ کی چمک دمک متاثر نہ کر سکی۔ شخصی حیثیت میں وہ مغرب کے جس قدر قریب ہوئے ان کے ذہن میں اس کے خلاف ایک ناقدانہ رد عمل پیدا ہوتا گیا ۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی نے اس صورت حال کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے:

"مغربی تہذیب و تعلیم کے سمندر میں قدم رکھتے ہوئے وہ جتنا مسلمان تھا ، اس کے منجدھار میں پہنچ کر
اس سے زیادہ مسلمان پایا گیا۔اس کی گہرائی میں جتنا اترتا گیا اتنا ہی زیادہ مسلمان ہوتا گیا ، یہاں تک کہ جب اسکی تہ میں پہنچا تو دنیا نے دیکھا کہ وہ قرآن میں گم ہو چکا ہے اور قرآن سے الگ اسکا کوئی فکری وجود
باقی نہ رہا۔"

اقبال کا یہ رد عمل بالکل فطری تھا کیونکہ وہ ایسے مسلم گھرانے میں پیدا ہوئے تھے جو اسلام کی بہترین روایات و اقدار کا امین تھا۔ قیام یورپ کے مشاہدے نے آپ کو 1907ء میں ہی یہ کہنے پر مجبور کر دیا تھا:

ے تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خود کشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ، ناپائیدار ہوگا

علامہ اقبال نے وحید احمد کے نام 7 ستمبر 1921ء کو ایک خط لکھا :

" اس زمانے میں سب سے زیادہ بڑا دشمن ، اسلام اور اسلامیوں کا ، نسلی امتیاز و ملکی قومیت کا خیال ہے۔ پندرہ برس ہوئے، جب میں نے پہلے اس کا احساس کیا ، اس وقت میں ہورپ میں تھا اور اس احساس نے میرے خیالات میں ایک عظیم انقلاب پیدا کر دیا ۔ حقیقت یہ ہے کہ یورپ کی آب و ہوانے مجھے مسلمان کر دیا۔"

درج بالا اقتباس میں اقبال نے نسلی و وطنی قومیت کو دشمنان اسلام و ملت اسلامیہ میں سر فہرست قرار دیا ہے ، فی الحقیقت اقبال کی ذہنی تبدیلی میں تین عناصر کارفرما تھے:

- مغرب کی ملحدانہ مادہ پرستی
- علاقائی اور وطنی قومیت کا تصور

- لاد ین سیاست

اگرچه اقبال مغرب کی تمدنی اور معاشرتی خوبیوں جیسے وقت کی پابندی، صفائی، کاروباری دیانت ، سلیقہ شعاری وغیرہ کے قائل تھے اور اسکی صنعتی ترقی ، سائنسی ایجادات کے بھی مداح تھے مگر انہیں یہ اندیشہ تھا کہ ہم مشینی ترقی کے ظاہرہ طمطراق ہی میں الجھ کر نہ رہ جائیں۔
Reconstruction کے پہلے خطبے میں ایک جگہ کہتے ہیں:

"The world of Islam is spiritually moving towards the West. There is nothing wrong in this movement, for European culture, on its intellectual side, is only a further development of some of the most important phase of the culture of Islam.

Our only fear is that the dazzling exterior of European culture may arrest us movement and we may fail to reach the true inwardness of that culture.

علامہ اقبال نے تہذیب حاضر کو اسکے باطن میں جا کر دیکھا تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اس کی خیرہ کن چمک دمک اور صناعی فقط چند جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے:

ے نہ کر افرنگ کا اندازہ ، اسکی تابناکی سے
کہ بجلی کے چراغوں سے ہے، اس جوہر کی براقی

بنیادی بات یہ ہے کہ تہذیب مغرب کی بنیاد الحاد اور لادینیت پر ہے۔ اقبال کے نزدیک الحاد جملہ برائیوں کی جڑ ہے ۔ لا دینی طرز فکر و عمل کا نتیجہ اہل یورپ کے لیے بہت نقصان دہ ثابت ہوا۔
مغرب نے تہذیب ، تمدن ، ثقافت، کلچر ، آزاد خیالی ، لبرل لزم ، انسانی حقوق ، تحریک آزادی نسواں ، جمہوریت ، اشتراکیت ، ورلڈ بینک، آئی ایم ایف ، جدید ذرائع ابلاغ ، نیا عائلی نظام ، علم گیریت ، تعمیر نو ، کرکٹ اور اسی طرح کے دسیوں مختلف ناموں ، طرح طرح کے حیلوں بہانوں اور لبھانے والے منصوبوں کے ذریعے اہل مشرق پر جو استمراری یلغار کی ہے اس نے ہمیں کیا دیا ؟
خود مغرب کا کیا حال ہے ؟ قمار بازی ، مے خواری ، بے حجابی اور زن تہی آغوش۔مغرب میں مردوں نے اپنی عیش پرستی اور جنسی بے راہ روی کی تسکین کے لیےعورت کو گھر سے باہر نکالا اور اسے " آزادی نسواں" کا نام دیا۔پھر امومت پر جو ضرب لگائی گئی اس نے مغرب میں خاندانی نظام کی چولیں ہلا دیں۔
ایک سروے کے مطابق امریکا میں ہر اکیسویں منٹ میں ایک قتل ہوتا ہے ، ہر 20 سیکنڈ میں ایک موٹر چوری ہو جاتی ہے ۔ بے حد و حساب ایجادات اور ان کی مدد سے آسائشوں سے بھری زندگی کے باوجود بھی ان کی روح تشنہ ہے۔بیسیوں مغربی مفکر اور فلسفلیاس لادین تمدن کی ناکامی کی گواہی دے رہے ہیں مگر مغرب اپنی پوری قوت اور وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئےہمیں بھی اسی تہذیبی بربادی، خاندانی تباہی اور روحانی و اخلاقی دیوالیے پن سے دوچار کرنے میں لگا ہوا ہے۔

علامہ اقبال کے زمانے میں مغرب کی تمدنی اور استمراری یلغار کا بڑا مظہر اسکا نو آبادیاتی نظام تھا جس نے ایشیاء اور افریقہ کی بیشتر اقوام کو اپنے پنجے میں گھیر رکھا تھا۔ عالم انسانی پر اسکے گہرے اثرات مرتب ہو رہے تھے ۔ علامہ اقبال نے " پس چہ باید کرد" میں بڑی درد مندی کے ساتھ اقوام مشرق کو اسکی طرف متوجہ کیا ہے:

ےآدمیت زار نالید از فرنگ — زندگی ہنگامہ بر چید از فرنگ
یورپ از شمشیر خود بسمل فتاد — زیر گردوں رسم لادینی نہاد
گرگے اند پوستین برہ — ہر زماں اندر کمین برہ
مشکلات حضرت انساں ازوست — آدمیت را غم پنہاں از وست
در نگا ہش آدمی آب و گل است

کاروان زندگی بے منزل است

ترجمہ:(مغرب کے ہاتھوں آدمیت فریاد کناں ہے زندگی نے مغرب سے ہنگامہ ہی ہنگامہ پایا ہے ، یورپ اپنی ہی بنائی ہوئی تلوار سے زخمی ہو چکا ہے یورپ نے ہی آسمان کے نیچے دنیا میں لادینیت کی بنیاد رکھی، بکری کے بچے کی کھال میں چھپا ہوا بھیڑیا ہے اور وہ ہر لمحہ ایک نئے بکری کے بچے (کمزور قوم) کی تلاش میں ہے ، حضرت انسان کی مشکلات یورپ کی ہی وجہ سے ہے آدمیت کے اندر غم کی وجہ بھی یورپ ہی ہے، اس کی سوچ کے مطابق آدمی صرف مٹی اور پانی ہے یورپ سمجھتا ہے کہ زندگی کے قافلے کی منزل نہیں ہے)۔

مغرب پر یہ تنقید علامہ اقبال نے اس وقت کی جب پورا مشرق اور عالم اسلام مغرب کے سامراجی تسلط میں جکڑا ہوا تھا اسے مغرب کی تہذیبی اور تمدنی یلغار کا سامنا تھا، اس وقت اقبال کی یہ تنقید بے حد جرات مندانہ تھی۔

علامہ اقبال 1938 میں دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن بیسویں صدی کے ان آخری سالوں میں فکر اقبال ، مغرب کی استمراری یلغار سے عہدہ بر آ ہونے کے لیے ہمیں یعنی" خیر امت" کو تنظیم نو اور صف بندی کی تلقین کر رہی ہے۔[39]

اقبال نے تو امت مسلمہ کے علماء ، عوام اور خواص سب کو مغرب کی چمک دمک سے آشنا کروا دیا ۔ انہوں نے رخصت ہونے کے بعد بھی اپنا فریضہ حق ادا کر دیا ۔ اب امت کے مفکرین اور دانشوروں اور دین کے ٹحیکیداروں کا کام ہے کہ وہ عوام الناس کو اس فتنے سے کیسے بچاتے ہیں اور کس طرح کے اقدامات کرتے ہیں ۔ کسی بھی قوم یا ملک کی تہذیب کے فوائد و نقصانات جاننے کا ایک بہترین ذریعہ اسکے بنیادی نظریات کو جاننا ہوتا ہے ۔ ذیل میں ہم اقوام مغرب کے بنیادی نظریات پر نظر ڈالیں گے۔

مغربی تہذیب کے بنیادی نظریات:

نظریات وہ قوانین ہوتے ہیں یا وہ بنیاد ہوتے ہیں جسکی وجہ سے کسی عمارت کو قائم کیا جا سکتا ہے اور اگر ہم صرف مغرب کی نظریات کو بغور دیکھیں تو اندازہ ہو گا کہ وہ کس طرح اسلامی تہذیب کے بالکل مخالف نظریات کا مجموعہ بلکہ اگر ان نظریات کی اصطلاحات کو بغور سمجھا جائے تو معلوم ہو گا کہ ان کے معترف یا ماننے والے کہیں نا کہیں کسی رو سے اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں لہذا مختصرا ان کو پیش کیا جا رہا ہے:

1) **ہیومنزم:**

خدا کا انکار، انسان کا خود مختار اور قادر مطلق ہونا۔

2) **سیکولرزم :**

خدا اور مذہب کو انسان کے اجتماعی معاملات (معاشرہ اور ریاست) میں مداخلت کا کوئی حق نہیں ۔ ہاں اگر فرد چاہے تو اپنی ذاتی اور پرائیوٹ زندگی میں خدا کو مان سکتا ہے۔

3) **لبرل ازم:**

انسان چونکہ خود مختار ہے بلکہ مختار مطلق ہے لہذا اسے حق ہے کہ جو چاہے سوچے اور جو چاہے کرے، وہ مادر پدر آزاد ہے کوئی اسکی آزادی کو محدود نہیں کر سکتا۔

4) **کیپٹل ازم / میٹریل ازم:**

انسان مادہ پرست ، دنیا پرست اور مال پرست ہے۔ دنیا کی زندگی ہی اسکے لیے سب کچھ ہے۔ یہاں کے عیش، آسائشوں اور سہولتوں کا حصول ہی انسان کا مقصد ہے۔ آخرت کس نے دیکھی ہے؟ لہذا راتوں رات امیر بننا چاہیے ، مال کمانے اور خرچ کرنے میں حلال و حرام کی کوئی تمیز نہیں ، زیادہ سے زیادہ کمانے ، دنیا میں آگے بڑھنے اور معیار زندگی بلند کرنے کی دوڑ میں آگے بڑھنے کا جذبہ ہر آدمی میں ہونا چاہیے۔

5) ایمپریسزم:

مغربی تہذیب کا فلسفہ یہ ہے کہ حق کا منبع عقل اور حسی علم (انسانی تجربہ و مشاہدہ) ہے۔ اور مذہبی روایات محض توہمات ہیں کیونکہ وہ قابل تصدیق نہیں ہیں۔ اور اللہ اور فرشتے نظر نہیں آتے لہذا آسمانی وحی سے نازل ہونے والا علم ۔ علم ہی نہیں ہے، یہ محض غیر مصدقہ معلومات کا پلندہ ہے ، جو عقیدے کے تحکم پر مبنی ہے نہ کہ علم حقیقی پر مشتمل ہے۔

بہت سے لوگ مغربی تہذیب کو عیسائیت کے مترادف خیال کرتےہیں۔ یا مغربی تہذیب کو یورپی تہذیب کے مترادف اور ہم معنی سمجھتے ہیں حالانکہ مغربی فکر ان دونوں سے الگ ہے۔مغربی تہذیب میں مذہب کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہےیہ ایک ایسا اثر ہے جس سے تمام مذاہب چاہے وہ سماویہ ہوں یا غیر سماویہ سب ہی متاثر ہوئے ہیں۔

لہذا دور حاضر میں مغربی فکر کو جاننا انتہائی ضروری ہے کیونکہ اس میں استعمال ہونے والی اصطلاحات ایسی پرکشش اور مبہم ہیں کہ ہر مذہب والا اپنے زعم کے مطابق تشریح کر سکتا ہے۔حالانکہ ان نظریات اور اصطلاحات کا تعلق کسی مذہب سے نہیں ہے بلکہ اسکی بنیاد دہریت اور الحاد پر ہے۔ جیسے کہ چند چیزیں ذیل میں بیان ہیں:

(Freedom)آزادی

(Enlightenment)روشن خیالی

(Human Rights)انسانی حقوق

(Modernism) ماڈرن ازم

(Post Modernism)پوسٹ ماڈرن ازم وغیرہ

جب اہل مغرب کے مقرر کردہ ان اصولوں اور نظریات کےمطابق اسلام کو ناپنے کی کوشش کی جاتی ہے تو اہل مغرب تو دور مسلمانوں کو بھی اسلامی طریقہ زندگی قدیم اور فرسودہ نظر آنے لگتا ہے ، اسی طرح جب مذہب کو عقل کے پیمانے میں ناپنے کی کوشش کی جاتی ہے تو بہت سی چیزیں سمجھ سے بالا ہونے کی وجہ سے عجیب معلوم ہونے لگتی ہیں ، درحقیقت یہ نقص اسلام میں نہیں بلکہ اس آئینے میں ہے جسکے ذریعے اسلام کو دیکھا جارہا ہے۔نقص ان آلات میں ہے جن سے دین اسلام کے اضلاع کو ناپنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اسلیے اہل مغرب کے مختراع اصولوں کا نقص واضح ہونے سے وہ تمام اعتراضات جو ان اصولوں سے جنم لیتے تھے ختم ہو جائیں گے۔مثال کے طور پر:

مساوات ایک مسلمہ اصول ہے ۔ مغربی مفکرین مساوات کا جو معنی بیان کرتے ہیں اسکی وجہ سے درج ذیل اعتراضات اسلام پر کیے جاتے ہیں:

1) میت کا لڑکا اور لڑکی دونوں میراث میں برابر کے شریک کیوں نہیں؟
2) مردو زن کی دیت میں مساوات کیوں نہیں ہے؟
3) طلاق کا حق صرف مرد کو کیوں ملتا ہے؟
4) عورت جمعہ کا خطبہ اور امامت کیوں نہیں کروا سکتی؟
5) چار شادیاں مرد کر سکتا ہے عورت کو یہ حق کیوں نہیں ہے؟
6) طلاق کی عدت کے احکام صرف عورت پر کیوں لگتے ہیں مرد پر کیوں نہیں؟

یہ اعتراضات اس وقت ہوتے ہیں جب مساوات کو قدر یعنی حق و ناحق ، اچھائی اور برائی جاننے کے آلے کے طور پر قبول کیا جاتا ہے۔جبکہ احکام شریعت میں ٹھیک اور غلط کا اندازہ لگانے کے لیے صرف اور صرف وحی الہی(قرآن سنت) ہی پیمانہ بن سکتی ہے جو کچھ احکامات اس میں آگئے وہ حق اور سچ ہیں۔اورجہاں تک مساوات کا تعلق ہے تو حقیقت یہ ہے کہ دین اسلام مساوات کا نہیں بلکہ عدل کا حامی ہے ، احکام اسلامیہ میں عدل ہی عدل پایا جاتا ہے۔[40]

اقوام وہیں آباد اور خوشحال رہتی ہیں جو خدا کی تابعدار ہو اور دنیاوی زندگی کی حقیقت سے آشنا ہو۔ جس ملک کی تہذیب میں انسان خدا بن جائے تو قرآن ہمیں قارون اور فرعون کی مثال دیتے ہوئے بتاتا ہے کہ جہاں خدائی قانون نہ ہو اور انسان خدا بن بیٹھے تو وہاں کی عوام ظلم کی چکی میں پستی رہی ہے مگر پھر بھی مسلمانوں کو ان سے رغبت پیدا ہورہی ہے کیونکہ مسلمان ان کے نظریات کو جانتے ہی نہیں ہیں۔ اور ان کے جاننے کے فوائد درج ذیل ہیں۔

مغربی افکار و نظریات کو جاننے کے فوائد:

مغربی تہذیب کے افکار کو جاننا اسلیے ضروری ہے کہ اگر کسی تہذیب میں استعمال ہونے والے الفاظ کا صحیح پس منظر معلوم نہ ہو تو انسان اس کو سمجھنے میں کئی طرح کی غلطیاں کر سکتا ہے ۔ لہذا ہر اصطلاح کو سمجھنے کے لیے اسکا اصل مقصد اور پس منظر معلوم ہونا بہت ضروری ہے جیسا کہ اس مثال سے معلوم ہوتا ہے:

لفظ (عدت) کا معنیٰ ہے شمار کرنا، گننا۔ لیکن جب مطلقہ عورت سے کہا جائے کہ اپنی عدت پوری کرنے کے بعد تم شادی کرسکتی ہواس سے پہلے جائز نہیں تو اس وقت لفظ عدت سے مراد تین حیضوں کی مدت مراد ہوگی۔ اگر اسکو حیض نہیں آتا تو عدت سے مراد تین مہینے ہو ں گے۔غرض یہ کہ اس وقت لفظ "عدت" ایک خاص اصطلاح کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔اسلیے شمار کرنا یا گننے والا معنی مراد لینا درست نہ ہوگا۔

اسی طرح مغربی دنیا میں جو لفظ استعمال ہوتے ہیں جیسے:

- آزادی
- مساوات
- ترقی
- انسانی حقوق

ان کے اپنے معانی و مطالب ہیں۔ اگر یہ الفاظ اسلامی تہذیب میں استعمال ہوں تو ان سے مراد کچھ اور ہوتا ہے اور اگر مغربی دنیا میں استعمال ہوں تو ان سے مراد کچھ اور ہوتا ہے کیونکہ ان کا پس منظر الگ ہے۔مغربی فکر میں مساوات اس وجہ سے ہے کہ تمام انسانوں کو عقل عطا کی گئی ہے لہذا حقوق میں سب برابر ہونگے چاہے مرد ہوں یا عورت۔ حق نکاح، حق طلاق ، حق میراث میں بھی سب برابر ہونگے جو حق مرد کو ملے گا وہی حق عورت کو بھی ملے گا ۔ مگر اسلام میں مساوات اس بنیاد پر نہیں ہے کہ عقل میں سب برابر ہیں بلکہ اسلام میں مساوات اس بنیاد پر ہے کہ اللہ کے محکوم اور بندے ہونے میں سب برابر ہیں لہذا اللہ نے جس کے لیے جو قانون جیسا نافذ کر دیا اسکے نفاذ میں سب برابر ہیں ۔ جب اصطلاحات کی بنیادوں میں فرق ہے تو اس کا نتیجہ بھی الگ الگ نکلے گا اور ان مختلف نظریات سے تشکیل پانے والا عمل کردار بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوگا۔

مغربی افکار کو جاننے کا دوسرا فائدہ یہ بھی ہوگاکہ اسلام پر جو اعتراضات اٹھائے جاتے ہیں اور جو شکوک پیدا کیے جا رہے ہیں ان کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ ان اعتراضات کی حیثیت کیا ہے؟ اعتراض کی نوعیت معلوم ہو جائے گی ۔ اہل مغرب کی سوچ اور افکار سے جو شخص واقف ہوگاوہ مغرب کی طرف سے آئے ہوئے ہر سوال کا جواب با آسانی دے سکتا ہے۔کیونکہ جب ان کے بنیادی اصولوں کا نقص واضح ہو جائے گا تو ان اصولوں سے اٹھائے جانے والے اعتراضات بھی خود بخود ختم ہو جائیں گے۔

یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ مغربی تہذیب ایک سازش نہیں ہے بلکہ ایک فکری یلغار ہے ، دنیا میں لذت پرستی کی زندگی گزارنے کی ایک تحریک ہے ، لہذا اس فکر کا مقابلہ بھی فکر سے ہوگا۔ورنہ علاقہ تو مسلمانوں کا ہوگا ، وطن بھی اسلامی ہوگا لیکن ان کے ذہن میں کفر بھرا ہوگا۔یہ کوئی اتنی مضبوط فکری تحریک نہیں ہے جو اسلام کے سامنے کھڑی ہو سکے لیکن مسلمانوں میں سے بہت کم ایسے افراد ہیں جنہوں نے اسکے محاسبے کی فکر کی ہے۔جس دن اہل اسلام اسکے تعاقب کے درپے ہوگئے اسکا آشیانہ خود بخود بکھر جائے گا ، جیسا کہ اقبال نے کہا تھا: [41]

ے تمہاری تہذیب تمہارے خنجر سے خود کشی کرے گی

جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا نا پائیدار ہوگی

سیکولرزم:

آج ہماری مرعوبیت کا یہ عالم ہے کہ ہماری آنکھیں چندھیا گئی ہیں ہزار ہا خامیوں کے باوجود مغرب سے آنے والی ہر بات ہمیں اچھی لگتی ہے ۔ وہیںآجکل مسلم ممالک میں مغرب کی آڑ میں بہت سارا انتشار پھیلایا جا رہا ہے اور مغربی حضرات نے جسطرح اپنے نظریات کو حسین بنا کر پیش کیا ہے بہت کم ہی اسکی اصل کو جانتے ہیں جیسا کہ ان کا ایک نظریہ مذہب سے لاتعلقی ہے اور اسے وہ سیکولر ہونا کہتے ہیں۔لہذا جب تک ہم مغربی نظر و فکر کو اسکی حقیقی شکل میں نہ دیکھ لیں اسکی مرعوبیت کا سحر ہر گز نہیں ٹوٹے گا۔لہذا ذیل میں سیکولرزم کے معنی و مفہوم اور اسکے معاشرے پر اثرات بیان کیے گئے ہیں:

سیکولرزم کے معنیٰ و مفہوم:

سیکولر کے لغوی معنی پر نظر ڈالیں تو انگریزی لغات میں اس لفظ کے متعدد معنی ملتے ہیں۔ان تمام معانی کو تو یہاں بیان نہیں کیا جا سکتا مگر چند بیان کیے جا رہے ہیں:

" دی آکسفورڈ انگلش ڈکشنری" میں لفظ "سکولر" کو لکھنے کی متعدد صورتیں بیان کی گئی ہیں:

Seculer, Seculere, Seculeer, Seclere[42]

چند معنی بھی الفاظ کی کمی بیشی کی وجہ سے مختلف ہے ورنہ مفہوم تقریبا سب کا ایک جیسا ہے ۔ آکسفورڈ کی ڈکشنری میں سیکولرزم کا معنیٰ ہے:

ترجمہ: " کلیسا والوں میں سے ایسا رکن جو عیسائیت کے باوجود دنیاوی معاملات میں دلچسپی رکھتا ہواور جسکی زندگی مذہبی خانقاہوں تک منحصر نہ ہو اور وہ مذہبی زندگی سے کلی طور پر امتیازی حیثیت رکھتا ہو ۔"

اسی طرح " انسائیکلوپیڈیا آف رلیجن " میں ہے کہ :

"سیکولر سے مراد وہ اشخاص ہیں جو احکامات تو چرچ یا کلیسا سے لیتے ہوں مگر وہ پادریوں کے ماتحت نہ ہوں بلکہ وہ مادہ پرست افراد ہوں۔" سیکولر کے جو مذید کچھ معنی جو کہ مختلف ڈکشنریز میں تحریر کئے گئے ہیں ان میں سے کچھ خاص معنی مندرجہ ذیل ہیں:

1) اس جہاں یا مادی اشیاء سے متعلق
2) مذہبی یا مقدس حوالے سے خالی
3) دنیادار۔

انگلش عریبیک اینڈ عریبیک انگلش ڈکشنری " میں سیکولر کے معنیٰ کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے "غیرہ دینی عالمی"

" المورد قاموس" میں سیکولر کے جو معنیٰ لکھے ہیں وہ حسب ذیل ہیں :

1) دنیوی
2) غیر دینی
3) مدنی
4) عالمی ، غیر قانونی، غیر منتسب الی رھبانیہ۔

سیکولر سوسائٹی:

سیکولر کے لغوی اور اصطلاحی معنیٰ سے سمجھ آگیا کہ جو بندہ خود کو سیکولر کہے تو وہ مذہب سے اعلان برات کرتا ہے۔لہذا ہر وہ معاشرہ جو خود کو سیکولر معاشرے کا نام دیتا ہے اس سے بھی یہی مفہوم اخذ کیا جائے گا کہ وہ معاشرہ کلی طور پر مذہب سے دور ہے اور ان کا مذہب سے کوئی لین دین نہیں ہے اور یہ ایک ایسا معاشرہ ہو گا جو لادین ہو گا۔[43]

حرف آخر:

اس پور ے باب میں موجود مواد سے یہ نتیجہ سامنے آ چکا ہے کہ مغربی تہذیب کس طرح اسلام افکار و نظریات پر حاوی ہو چکی ہے یا ہوتی جارہی ہے ۔ مشہور عربی کہاوت ہے کہ " الناس علی دین ملوکھم" بالکل اسکے مطابق عام لوگ حکمرانوں کی مغربی پالیسیوں سے متاثر ہو رہے ہیں جسکی وجہ سے مسلم معاشرے میں مغربی تہذیب پروان چڑھ رہی ہے اور خود نظام تعلیم اور ذرائع ابلاغ کو جب پرائیوٹ سیکٹر میں کام کرنے کی آزادی ملی تو اس نے بھی مغربی روش قائم رکھی۔اور ان سارے عوامل کا نتیجہ یہ نکلا کہ علماء اور دینی عناصر کی کوششوں کے باوجود اور اس بات کے باوجود بھی کہ خود پاکستانی مسلمان بالعموم اسلامی احکامات پر عمل کرتے ہوئے زندگی گزارنے کی کوشش کرتے ہیں ، اسلامی تقاضوں کو پورا کرنا چاہتے ہیں ، اور عیسائیت ، سیکولرزم ، بے پردگی، آزادی اور سارے غیر اسلامی رسوم ورواج کو نا پسند کرتے ہیں ، لیکن اسکے باوجود بھی عملا یہ کیفیت ہے کہ مغربی تہذیب کے رسوم و رواج پر شعوری و غیر شعوری طور پر عمل ہو رہا ہے اور بہت سی چیزیں ان کی روز مرہ زندگی کا حصہ بن چکی ہیں اب انہیں اور خصوصا نئی نسل کو ان تمام رسم رواج پر غور کرنا ہوگا اور انہیں اپنی زندگیوں سے نکالنے کی حتی الامکان کوشش کرنی ہوگی تاکہ آگے آنے والی نسلوں کو اس فتنہ سے بچایا جا سکے۔

حوالہ جات

1) علامہ اقبالؒ، بانگ درا ، دانیال پبلیکیشنز
2) کلیم الدین احمد ،فرہنگ ادبی اصطلاحات ، ص 84
3) مولانا وحید الزمان قاسمی،القاموس الوحید، دار الشاعت لاہور، ص 1753
4) لویس معلوف،المنجد، مطبع افضل شریف پرنٹرز، ص 1121
5) شیخ الدین مصلح،لغات سعدی، مشتاق بک کارنر ، ص 204
6) ، نور الحسن نیر 1931ء ، نور اللغات، انجمن ترقی اردو دہلی، ص 326: ج 1
7) المنجد فی الاعلام، الاشرافیه بیروت لبنان، ص 820
8) مولانا عبد الحفیظ بلیاوی، مصباح اللغات، مکتبہ قدوسیہ، ص 811
9) لویس معلوف، المنجد ،مطبع افضل شریف پرنٹرز، ص 952
10) مولانا وحید الزمان قاسمی، القاموس الوحید، دار الشاعت لاہور، ص 1533
11) امام الطبرانی 2008 ، المعجم ، مکتبہ ابن تیمیہ، ص 1349
12) نور اللغات: ص 2699، ج 4
13) محمد مزمل ، ابو طاہر ، ابو خالد صدیقی ایم اے، آئینہ اسلامی تہذیب و تمدن،خالد بک ڈپو اردو بازار لاہور، ص 9 تا 15
14) ڈاکٹر محمد امین ، اسلام اور رد مغرب، البرہان اکیڈمی لاہور ،ص 36 تا 38
15) القرآن، الحجرات: 13
16) شباب الدین سید محمد آلوسی 1993،تفسیر روح المعانی، دار الکتب العلمیہ، الطبعة الاولیٰ، بیروت، ص 90 ج 9
17) پروفیسر مفتی محمد احمد 2014، تعارف تہذیب مغرب، ص 30 تا 36
18) نور الدین علی بن ابی بکر الھیثمی 1414، 1994 ، مجمع الزوائد ، الناشر مکتبة القدسی ، القاہرہ ،ح: 11957، ج :7 ، ص 220
19) شاہ معین الدین ندوی 2010 ،اسلام کے دور شباب میں یورپ کی حالت، اسلام اور مغربی تمدن ، دار المصنفین ، ص 191 تا 230
20) ڈاکٹر حسن الامین، اشاعت اول 2017 مئی ، مغرب سے مکالمہ ، باہمی افہام و تفہیم کی ضرورت اور تقاضے، اقبال انٹرنیشنل انسٹیٹیوٹ فار ریسرچ اینڈ ڈائیلاگ، ص 97 تا 99

21) القرآن، الرعد13: 43
22) القرآن، فصلت 41: 26
23) القرآن، آل عمران3: 21
24) القرآن، آل عمران 3: 72)
25) القرآن، النحل 16: 125
26) القرآن، الکافرون 109: 1 تا 6
27) القرآن، الشمس 91: 8،7
28) القرآن، البقرة 2: 193
29) ڈاکٹر محمد امین ،اسلام اور رد مغرب ، البرہان اکیڈمی لاہور ، ص 39
30) پروفیسر مفتی محمد احمد طبع الثانی 2014 ، تعارف تہذیب مغرب اور فلسفہ جدید ، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد، ص 30
31) صحیح بخاری:8، ج :1، ص:11
32) ابو الحسن ندوی ، اسلامی تہذیب و ثقافت ، تحقیقات اسلامیہ، دعوة اکیڈمی، ص
33) مترجم تولاکینہ قاضی منشورات صیفورہ 2005مارچ ، اسلامی ثقافت اور دور جدید، ، ملتان روڈ لاہور،
34) مولانا سید محمد میاں ، دور حاضر کے سیاسی و اقتصادی مسائل ، المطبعہ العربیہ ، 1403، ص 25
35) علامہ اقبال، بانگ درا ، کلیات، شکوہ جواب شکوہ، ص 49 تا 141
36) ایضاً
37) القرآن، بنی اسرائیل : 70
38) ابو الاعلیٰ مودودی ، اسلامی تہذیب اور اسکے اصول و مبادی، اسلامک پبلیکیشنز، ص 101 تا 108
39) رفیع الدین ہاشمی 2004، اقبالیات : تفہیم و تجزیہ ، ناشر محمد سہیل عمر ، ص 68 تا 72
40) محمد امین الاسلام 2004 ، اسلام اور تہذیب مغرب کی کشمکش ، بیت الحکمت لاہور ، ص 14
41) ایضاً
42) The Oxford English Dictionary pg848
43) ، ڈاکٹر شاہد فریاد ،سیکولرزم ایک تعارف ، کتاب محل لاہور پاکستان ، ص 27